رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

ہر منگل و ہفتہ کو شائع ہوتا ہے

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۲ - فروری ۱۹۱۸ء | شنبہ | مطابق ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ | نمبر ۶۲

مبارک

ولادت باسعادت

یکم فروری ۱۹۱۸ء بروز جمعہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مشکوے معلیٰ میں بڑے حرم کے ہاں فرزند تولد ہوا۔ اس مبارک تقریب پر ہم تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور تمام خاندان نبوت کی خدمت میں خلوص دل سے **مبارکباد** پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس **مولود مسعود** کو تمام خاندان کے لئے باعث خوشی اور تمام دنیا کے لئے موجب **رحمت** بنائے۔ آمین۔

دعاگو ایڈیٹر الفضل

ووکنگ کا ایک نومسلم

(خواجہ صاحب کی کارگذاری)

غالباً سال بھر کے بعد ووکنگ مشن نے دو انگریزوں کے قبول اسلام کی خبر اپنے رسالہ مسلم ریویو بابت ماہ نومبر میں شائع کی ہے۔ ایک صاحب کی فارم قبولیت درج رسالہ کی گئی ہے۔ مگر معلوم نہیں کس مصلحت سے دوسرے صاحب کی فارم درج رسالہ نہیں کی گئی۔ بہر حال جس صاحب کی درج کی گئی ہے ان کا نام نامی مسٹر ریچرڈسن ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے عید الضحیٰ پر اسلام قبول کیا۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ مگر نہیں مسٹر خالد شیلڈریک سے یہ معلوم کرکے بہت ہی تعجب ہوا ہے۔ کہ مسٹر ریچرڈسن موصوف کوئی جدید مسلمان نہیں۔ بلکہ ایک سال کا عرصہ ہوا ہے

مسٹر شیلڈریک کے ہاتھ پر انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اور تب سے برابر مسلمان چلے آتے ہیں۔ انہوں نے کبھی رسالہ مسلم ریویو دیکھا بھی نہ تھا۔ جب وہ مسلمان ہوئے مسٹر خالد شیلڈریک کہتے ہیں۔ کہ میں نے خواجہ صاحب سے اس کا ذکر بھی کیا تھا۔ مگر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ مسٹر لنگ کی غلطی ہے جس نے رسالہ میں یہ مضمون لکھا۔ اب ہم منتظر ہیں کہ ماہ دسمبر کے رسالہ میں اس پر کوئی صحت نامہ چھپتا ہے یا نہیں مسٹر شیلڈریک ایک پرانے انگریز مسلمان ہیں۔ جن کے ہاتھ پر بہت لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ صاحب کچھ عرصہ ووکنگ میں بھی کام کرتے رہے۔ مگر آج کل الگ خدمات پر مامور ہیں۔ لنڈن میں پرانے انگریز مسلمانوں کی بھی ایک جماعت چلی آتی ہے۔ وہ سب کے سب عموماً خواجہ صاحب کے کام سے بہت بدظن ہیں۔ ایک صاحب نے اگلے دن ذکر کیا کہ میں ووکنگ والوں کو اچھا نہیں جانتا۔ کیونکہ ان کے واعظین

طرز و غلط سمجھ گئے ہیں۔ میں نے ووکنگ کے ایک اسلامی مشہور واعظ کو لیکچر دیتے ہوئے سنا۔ وہ فرما رہے تھے۔ کہ خدا کی محبت کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ کتے کی محبت کہ اس کو کتنا ہی دھتکاریں پھر بھی مالک کی طرف دوڑتا ہے۔ ایسا ہی خدا بھی انسان کی طرف دوڑتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک کیسی ناپاک اور ناشائستہ مثال ہے۔ وہ نومسلم انگریز تعجب سے کہتے تھے۔ کہ کیا ووکنگ کے ناظمین ہند کو ہندوستان میں کوئی لائق لیکچرار نہیں مل سکتے۔ جو ایسے لوگوں کو ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا جاتا ہے۔ ایسا ہی وہ کہتے تھے کہ ووکنگ میں ایک دفعہ ایک لیڈی کو ایک بڑے معزز خاندان کی طرف منسوب کر کے شائع کیا گیا کہ اس نے اسلام قبول کیا۔ حالانکہ اس خاندان میں اس نام کی کوئی لیڈی ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے خواجہ صاحب کو اس طرف متوجہ بھی کیا تھا۔ مگر خواجہ صاحب نے کچھ خیال نہ کیا۔ ایسے ہی کچھ اور وجوہات بھی وہ بتلاتے تھے جن کی وجہ سے یہاں کے پرانے نومسلم انگریز خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء کو اچھا نہیں جانتے۔ اور نہ ان کے ساتھ چنداں کوئی تعلق رکھتے ہیں۔ مگر خواجہ صاحب ہوشیار آدمی ہیں۔ امید ہے کہ وہ ان باتوں کی اصلاح کریں گے۔ پیسہ اخبار

جناب حافظ روشن علی صاحب کی تقریر کے متعلق اعلان

بعض احباب کی تحریک پر جناب حافظ روشن علی صاحب کی وہ تقریر جو انہوں نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مسائل مختلفہ بین احمدیان و غیر احمدیان پر فرمائی تھی۔ مفصل اور ایک ٹریکٹ کی صورت میں شائع کرنے کی تجویز ہے۔ اس میں جناب حافظ صاحب موصوف نے اور باتوں کے علاوہ ان آیات کا وقت بھی (؟) کیا ہے جنہیں غیر احمدی حیات مسیح کے (؟) میں۔ اس لئے کچھ دار غیر احمدیوں (؟) انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ اس بات (؟) کی تعداد کے علاوہ ایک معقول (؟) یہاں حاصل کر (؟) رہا ہے۔ چونکہ آپ

نظم

احمدی احباب سے خطاب

تمہیں چن لیا انتخاب ازل نے

(از جناب ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر رامپوری)

یہ نظم ۲۸۔ دسمبر ۱۹۱۷ء کو سالانہ جلسہ میں پڑھی گئی۔ (ایڈیٹر)

تمہیں کیا بتاؤں جو دل میں جلن ہے
نئی ٹیس ہے اک نرالی چبھن ہے
تقاضا ہے سوزش کا چلاؤں چیخوں
زبان مثل کانٹے کے بار دہن ہے
عجب گو مگو میں پھنسا ہوں عزیزو
خموشی کا یارا نہ تاب سخن ہے
غم یار سے سینہ صد چاک ہو رہیں
ہر اک زخم دل بانسری کا دہن ہے۔
سنے خشک تھا میں دم عیسوی نے
نئی روح پھونکی جواب نغمہ زن ہے
لہذا اسے گو غور سے یہ ترانہ
کہ افسانۂ عندلیب و چمن ہے
تعشق نے بلبل کو شہرت یہ بخشی
ہم آغوش ذکر گل و یاسمن ہے
یہ ہے دائی وصل کا اک نمونہ
یہ معراج عشاق گل پیرہن ہے
کھلا ہے یہ میدان عشق و وفا کا
ادھر آئیں وہ جن میں کچھ بانکپن ہے
کدھر ہیں وہ دلداد گان احمدیت
کہ لبیک مشہور جن کا سخن ہے
دکھائیں فدا عہد و پیمان کے جوہر
کسی دلربا سے اگر کچھ لگن ہے
یہ میدان ہے امتحان وفا کا
بظاہر ہزاروں مصائب کا بن ہے
قدم کو بڑھائے چلو اے جوانو
کہ تھوڑا ہے دن اور منزل کٹھن ہے
رہ عشق آساں نہیں میرے پیارو
یہ وادی پر خار ہمت شکن ہے
یہاں آ نہیں سکتے راحت کے بندے
رضا بالقضا اس زمیں کا چلن ہے
جسے موت کہتے ہیں دنیا کے کیڑے
جوان مرد عشاق کی وہ دلھن ہے
رہ یار میں جاں نثاری کا شیوہ
شباب تعشق کا اک بانکپن ہے
کہاں تاب نظارۂ طور ان کو
جنہیں فکر خال و خط سیمتن ہے
رہ عشق مولا میں کیونکر وہ گم ہو
جو پابند زنجیر فرزند و زن ہے
جسے بوالہوس کہہ رہے ہیں طریقت
رہ عشق میں یہ بھی اک راہزن ہے
تمہیں چن لیا انتخاب ازل نے
یہ فضل خدائے زمین و زمن ہے
بنو پاک دل خوش عمل نیک سیرت
یہ عشاق عالی ہمم کا چلن ہے
کرو خدمت اسلام کی جان و دل سے
نہ چھوڑو اسے یہ خدا کی رسن ہے
ممالک میں پھیلاؤ تعلیم قرآں
اگر جوش اسلام حب وطن ہے
چلو سر بکف کوئے جاناں کو گوہر
یہی رسم عشاق رنگیں کفن ہے

خواجہ حسن نظامی کے ایک نائب کا نوٹس

ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل قادیان

آپ کے اخبار مورخہ ۔ جنوری ۱۹۱۸ء میں ایک شخص سید محمد لطیف نے جو قادیانی ہے۔ میرے خلاف ایسا مضمون لکھا ہے۔ جو سراسر جھوٹ ہے اور جس کو میری عرفی ہتک ہوئی ہے۔ اور صریحاً ازالہ حیثیت عرفی کا جرم آپ کے نامہ نگار اور آپ بحیثیت ایڈیٹر کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۲- فروری ۱۹۱۸ء

خواجہ حسن نظامی کی شرمناک چال

اب جبکہ خواجہ حسن نظامی صاحب مباہلہ کا چیلنج دیکر میدان مباہلہ سے فرار ہونے کی راہ اختیار کر رہے ہیں ان کی طرف سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ عوام الناس کی توجہ کو مباہلہ کی طرف سے ہٹا کر کسی اور طرف لگا دیں۔ تاکہ وہ ان کی ہزیمت اور فراری کا خیال ہی نہ کرنے پائیں۔ چنانچہ انھوں نے اس مقصد کے لئے ایک شرمناک چال چلتے ہوئے مختلف اخبارات میں "جوان اور روپے والی عورت رشوت میں" کے عنوان سے ایک تحریر شائع کرائی ہے۔ اور باوجود اس کے کہ جس امر پر اس تحریر کی بنا رکھی گئی ہے۔ اس کے درست اور صحیح ہونے کا خود ان کو بھی علم نہیں ہے۔ تاہم انھوں نے اس امر کو مدنظر رکھکر ہمارے خلاف نہایت دل آزار اور ہتک آمیز فقرات استعمال کئے ہیں۔ اور پھر دیدہ دلیری دیکھئے دھمکی بھی دیتے ہیں کہ یہ معاملہ عدالت تک جائیگا۔ یہ تو جب عدالت میں جائیگا دیکھا جائیگا لیکن موجودہ صورت میں خواجہ صاحب کو اس دل آزاری اور ہتک عزت کا خمیازہ اٹھانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ انھوں نے جس بات کو ہماری طرف منسوب کیا ہے۔ وہ تو انھی کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ

"لکھنؤ سے ایک دولتمند بیگم کا خط میرے نام آیا۔ کہ قادیانیوں کے خلاف خرچ کرنے کے لئے چھ سو روپے آپکو روانہ کرتی ہوں۔ اور پچاس روپے ماہوار دوامی خرچ کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور میں ۲۵ برس کی دولتمند بیوہ ہوں۔ مجھے کسی فاضل سے نکاح کی بھی خواہش ہے۔ میں نے جواب لکھ دیا کہ نہ مجھے آپ کے روپے درکار ہیں۔ نہ نکاح کی ضرورت ہے۔ شریف بیگمات کو ایسے ناجائز خطوط لکھنے مناسب نہیں۔ اس کے جواب میں ان بیگم صاحبہ کا خط آیا کہ میرا پہلا خط واپس کردو۔ میں خط واپس کرنے کو تھا (چاک تو نہیں کرایا تھا) کہ لکھنؤ سے میرے احباب نے مجھے اطلاع دی۔ کہ یہاں قادیانیوں نے کوئی فرضی چال آپ کے خلاف چلی ہے۔ اطلاع ملنے پر میں نے خط روک لیا۔ اور سنبھال کر رکھ چھوڑا اور تحقیقات شروع کردی۔ اگر ثابت ہو گیا کہ بیگم صاحبہ فرضی تھیں۔ اور قادیانیوں نے ایک جوان روپے والی عورت مجھکو رشوت میں دینی چاہی تھی۔ تو میں ان خطوط کو پولیس کے حوالہ کردونگا"

اس تحریر میں جن الفاظ کو جلی کر دیا گیا ہے۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جس واقعہ کا خواجہ صاحب ذکر کر رہے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کا خود ان کے پاس اس تحریر کے لکھتے وقت تک کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ ابھی تو اس کے متعلق انھوں نے تحقیقات شروع کردی ہے۔ جس کا نتیجہ پردہ غیب میں مستور ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ یہ درست ہے۔ اور یہ ثابت بھی ہو جائے۔ کہ بیگم صاحبہ فرضی تھیں۔ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کس علم و عقل کی بنا پر خواجہ صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ "قادیانیوں نے ایک جوان روپے والی عورت رشوت میں دینی چاہی تھی" رشوت تو تب کہا جاسکتا تھا جبکہ وہ بیگم صاحبہ آپکو یہ لکھتیں کہ آپ خدا کے لئے احمدیوں کی مخالفت سے باز آجایئے۔ اور اس کے معاوضہ میں چھ سو کی رقم تو دم نقد رکھوا لیجئے۔ اور پچاس روپے ماہوار دوامی کا اقرار نامہ لے لیجئے۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ میں ۲۵ برس کی دولتمند بیوہ ہوں۔ مجھے کسی فاضل سے نکاح کی بھی خواہش ہے۔ لیکن خواجہ صاحب تو صورت حال اس کے بالکل برعکس بتلا رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"لکھنؤ سے ایک دولتمند بیگم کا خط میرے نام آیا۔ کہ قادیانیوں کے خلاف خرچ کرنے کے لئے چھ سو روپے آپکو روانہ کرتی ہوں۔ اور پچاس روپے ماہوار دوامی خرچ کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور میں ۲۵ برس کی دولتمند بیوہ ہوں۔ مجھے کسی فاضل سے نکاح کی بھی خواہش ہے"

اب غور کرنے کی بات ہے۔ کہ کیا "قادیانیوں نے جوان اور روپے والی عورت (اس لئے) رشوت میں دینی چاہی تھی" کہ خواجہ صاحب ان کے خلاف خوب زور شور سے لکھیں۔ اور اس کے لئے انھیں قادیانی چھ سو روپیہ کی یکمشت رقم۔ اور پچاس روپے ماہوار دوامی خرچ کے لئے بھی دیا کریں گے۔ کوئی صحیح العقل انسان تو اس کو رشوت نہیں کہہ سکتا۔ کیا کبھی دنیا میں کوئی رشوت دینا بھی اس قسم کا بھی کبھی ہوا ہے۔ کہ ایک فریق نے اپنی ذات کو نقصان پہنچانے اور اپنے دشمن کو مدد دینے کے لئے رشوت دی ہو۔ اگر نہیں تو پھر اگر اس واقعہ کو درست بھی فرض کر لیا جائے۔ تو یہ قادیانیوں کی طرف سے رشوت کس طرح کہلا سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کی عقل خوف و فکر کی وجہ سے ٹھکانے نہیں رہی۔ اس لئے جو منہ میں آتا ہے کہہ گذرتے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ اسے رشوت قرار دیتے ہیں۔ اگر ان کے ہوش و حواس بجا ہوتے تو وہ یہ سمجھتے کہ چونکہ قادیانیوں کے مقابلہ میں میرے قدم ڈگمگا رہے ہیں۔ اور میں بھاگنے کی راہ اختیار کر رہا ہوں۔ اس لئے قادیانیوں کے کسی پکے دشمن نے میری ہمت بندھانے کے لئے۔ یہ کارروائی کی ہے۔ نہ کہ اسے قادیانیوں کی طرف سے رشوت قرار دیا جاتا۔ جو بالکل لغو اور بیہودہ بات ہے۔ لیکن اس صورت میں جبکہ اس کارروائی کو ہماری طرف منسوب کرنے کا ان کے پاس کوئی ثبوت ہی نہیں ہے ان کا یہ لکھنا کہ

"اہل قادیان دینداری کا زبانی دعوے تو بہت کرتے ہیں۔ مگر ان کے خصائل کی عملی حالت نہایت شرمناک ہے"

اگر حد درجہ کی بے حیائی اور کمینگی نہیں۔ تو اور کیا ہے پھر خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ

"اگر واقعی یہ خطوط لکھنؤ کی قادیانی جماعت کے ہیں تو کیسے افسوس کا مقام ہے"

یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ خواجہ صاحب کے پاس یہ یقین کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ یہ خطوط "کمشن کی قادیانی جماعت کے ہیں،" لیکن اس کے ساتھ یہ کہنا کہ اس سے "کیسا ذلیل دھبہ اس قادیانی گروہ پر لگتا ہے۔ کہ وہ دینی معاملات میں ایسی قابل شرم حرکات بھی کیا کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس فرقہ کی اخلاقی حالت کیسی تمایط اور گندگی سے بھری ہے کہ اس کی طرف ایک ایسا الزام منسوب کیا جاتا ہے۔ جو فرضی ہے۔ اور خود الزام لگانے والے کے نزدیک بھی محتاج ثبوت ہے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن خواجہ حسن نظامی صاحب ہیں کہ خود ہی ایک واقعہ کو قابل ثبوت قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے سچا ہونے کا کوئی ثبوت نہ رکھنے کی وجہ سے تحقیقات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ انھیں کوئی ثبوت ملے یا ان کی تحقیقات کا نتیجہ ان کے مفید مطلب نکلے۔ وہ دوسروں کے اخلاق اور دینداری پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور صرف حملہ آور ہی نہیں ہو رہے۔ بلکہ عدالت تک جانے کی دھمکی بھی دیتے ہیں۔ چہ دلاور است دزدے۔ کہ بکف چراغ دارد۔ حالانکہ انھیں ہماری تمام جماعت کے اخلاق اور دینداری پر حملہ کرنے کا اس وقت تک کوئی حق نہ تھا۔ جب تک کہ وہ اپنے الزام کو کسی ذمہ دار شخص کے متعلق ثابت کر کے نہ دکھا دیتے۔ اور اپنی تحقیقات میں کامیاب ہو جاتے لیکن ایسا تو وہ تب کرتے۔ جب ان میں کچھ خوف خدا باقی ہوتا۔ اور دیانت اور شرافت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہوتے۔ وہ تو ہمارے خلاف دھاوا بول بیٹھے ہیں۔ اور اس خفت اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے جو مباہلہ کا چیلنج دے کر انھیں ہوئی ہے مجادلہ نا جائز طریق اختیار کر رہے ہیں۔ مگر انھیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس طرح وہ اس وقت تک کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ شریف اور حق پسند لوگ صفحہ عالم پر موجود ہیں۔ بلکہ ان کی اس قسم کی شرافت سے گری ہوئی اور خفیف حرکات ان کے لئے اور بھی زیادہ پردہ دری کا موجب ہونگی۔ انھیں چاہیئے کہ ہمارے خلاف قلم دوڑاتے ہوئے اس قسم کی بازاری اور غیر مہذبانہ حرکات سے باز آجائیں۔ ورنہ عدالت کا دروازہ ہمارے لئے بھی کھلا ہوا ہے۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی اسی تحریر سے انھیں مزا چکھا سکتے ہیں۔ تو جب اس فرضی اور مصنوعی واقعہ کو ہماری جماعت کے کسی ذمہ دار اور کارکن شخص کی نسبت ثابت کر دکھائیں گے۔ اس وقت دیکھا جائیگا لیکن اس وقت ایک موہوم خیال کی بنا پر جو انھوں نے یہ الزام لگایا ہے۔ کہ وہ اہل قادیان دینداری کا زبانی دعوے تو بہت کرتے ہیں۔ مگر ان کے خصائل کی عملی حالت نہایت شرمناک ہے" اس کی جوابدہی ان سے کی جا سکتی ہے۔ لیکن ہم اس قسم کی باتوں میں اس وقت تک نہیں پڑنا چاہتے۔ جب تک کہ ہمیں مجبور نہ کر دیا جائیگا۔ خواجہ صاحب کو چاہیئے کہ وہ ایسے مصنوعی اور فرضی واقعات کو درمیان میں لا کر ہلاکت اور تباہی کے اس پیالہ کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں۔ جو انھیں کی درخواست پر مباہلہ کے طور پر تیار کیا گیا ہے۔ بلکہ میدان مباہلہ میں نکلیں۔ اور خدا تعالے کے فیصلہ کو ظاہر ہونے دیں۔

ہمارے نام خواجہ صاحب کے ایک نائب کشفی صاحب کی طرف سے بھی جن کی اصل حقیقت انہیں کے ایک قریبی اور واقف کار رشتہ دار نے الم نشرح کی تھی نوٹس پہنچا ہے۔ جو کسی دوسری جگہ درج ہے۔ اس میں بھی عدالت ہی کا ڈراوا بتایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ ڈراوا بھی خواجہ صاحب ہی کی زیر ہدایت عمل میں آئی ہے لیکن جب ہم خواجہ صاحب کے اس قسم کے اقتدار کو کچھ وقعت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو ان کے ایک نائب کی کیا حقیقت ہے۔ کہ اس کو خاطر میں لائیں۔ ہاں اس سے ہم پر یہ صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ خواجہ صاحب عوام الناس کی توجہ کو مباہلہ کی طرف سے منتقل کر کے کسی اور طرف لگانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ کہ مباہلہ سے انھوں نے فرار اختیار کر لیا ہے۔ کیا ہم امید رکھیں کہ وہ تہذیب اور شرافت کو کام میں لا کر مباہلہ کی طرف آنے کی تیاری کریں گے۔ اور اب جب کہ ان کے لئے بہت سی مزید آسانیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ راہ گریز اختیار نہ کریں گے۔

خواجہ کمال الدین اور ان کے ساتھیوں کی دورنگی چال

مراد آباد سے شائع ہونے والے اخبار رہنما نے اپنے تازہ پرچہ میں ولایت میں تبلیغ اسلام کے متعلق لکھتے ہوئے خواجہ کمال الدین صاحب سے اس طرح ایک سوال دریافت کیا ہے کہ:-

"مفتی محمد صادق صاحب نومسلموں کو "خالص احمدی" بنا رہے ہیں۔ چونکہ ان کا مشن عام مسلمانوں کے دست اعانت کا ممنون نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں ان کے طریق کار پر اعتراض کرنے کا منصب حاصل نہیں ہے۔ لیکن خواجہ کمال الدین صاحب عام مسلمانوں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے طرز تبلیغ پر ضرور ہمیں ناقدانہ نظر ڈالنے کا حق حاصل ہے۔ اس حق کی بنا پر ہم خواجہ صاحب سے بادب دریافت کرتے ہیں۔ کہ وہ براہ کرم اس معاملہ پر سچائی کے ساتھ روشنی ڈالیں۔ کہ وہ یورپین نومسلموں کو مسلمان بنا رہے ہیں یا احمدی"

اس سوال کا جواب خواجہ کمال الدین صاحب تو جب دیں گے دیکھا جائیگا۔ فی الحال ان کے قائم مقاموں نے جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے "یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ان فروعی مسائل کی تلقین میں ان نومسلموں کو کہاں تک شریک کیا جاتا ہے۔ اس سوال کا تو جواب صاف ہے۔ کہ نہ ابھی تک ان باتوں کی ضرورت ہے۔ اور نہ انکو چھیڑا گیا ہے۔" پیام صلح ۲۷۔ جنوری

اس کے متعلق ہم صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ابھی تک ان باتوں کی "جو" احمدیت کی خصوصیات ہیں۔ نومسلموں کو ضرورت نہیں ہے۔ تو پھر خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کو کیا ضرورت ہے۔ اور وہ خود کیوں کھلم کھلا ان غیر ضروری خصوصیات سے بیزاری کا اعلان نہیں کر دیتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ بھولے بھالے احمدیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں۔ وہاں غیر احمدیوں کی جیبیں خالی کرنے کی کوشش میں بھی لگے رہتے ہیں اس لئے انھوں نے یہ دو رنگی چال اختیار کر رکھی ہے۔

ختم نبوت پر مولوی محمد علی کی تقریر

اور

ان کے شیوہ ارتداد کی تشہیر

منجملہ ان وجوہات کے جن سے میرا یقین ہر روز بڑھتا جاتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - اور ان کے رفقاء ہمارے ساتھ اختلافیہ مسائل میں حق پر نہیں - ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ جو اصول اپنے برسر حق ہونے کے بارے میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں - اس پر وہ خود بھی کاربند نہیں ہوتے -

مشہور تو یہ کر رکھا ہے - کہ ہم لوگ ان کی اقتدار میں نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے - لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے - البتہ بعض غیر احمدیوں کے اقتدار میں پڑھ لیتے ہیں - یا کم از کم پڑھنا چاہتے ہیں -

اسی طرح یہ کہتے رہتے ہیں کہ میاں صاحب نے اپنے مریدوں کو حکم دے رکھا ہے کہ ہماری کتابیں نہ پڑھو - حالانکہ مولوی محمد علی صاحب کسی غیر مبائع کے پاس ہمارا کوئی رسالہ دیکھ کر آگ بگولا ہو جاتے ہیں - پچھلے دنوں بچارے عبدالسبوح مولوی فاضل کو بہت ڈانٹا کہ اس کے پاس میرا تتمہ اکمل تھا - کیا وہ بھی مسئلہ نبوت پر کوئی کتاب تھی - اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں - حسین مظلوم بننے کے لئے - اکثر شکایت کرتے رہتے ہیں - کہ میاں صاحب اور ان کے مریدین ہم سے میل جول - ہمارے ہاں کھانا - ہم سے سلام علیکم ناجائز سمجھتے ہیں - مگر واقعات بتاتے ہیں - کہ یہ طرز عمل خود آپ کا ہے ہم سے کوئی ملے تو وہ احمدیہ بلڈنگس سے بوریا بستر باندھنے کے لئے تیار ہو جائے - سب سے پہلے میاں محمد امین صاحب نے دعوت کی - آپ نے نامنظور کی - پھر قادیان آئے تو حضرت میاں صاحب نے جلسے پر بلایا - مگر جواب انکار میں ملا - اس کے بعد کئی جگہ دعوتیں کی گئیں - مگر نامنظور - سلام علیکم کا جواب نہ دینا - تو خود بیتی کہانی ہے - میں خدمت والا میں حاضر ہوا - سلام دیا - آنکھیں اوپر اٹھیں سو تکا - پہچانا - جانا مگر پھر بھی منہ سے وعلیکم السلام نہ نکلنا تھا نہ نکلا - مصافحہ کے لئے ہاتھ نہ بڑھا - آدھ گھنٹہ موؤدب دوزانو ہو کر خاموش بیٹھا رہا - عالیجاہ نے کلام تک نہ کیا - کیا میں یقین نہ کروں کہ سلام نہ دو - بلکہ سلام کا جواب بھی نہ دو - میل جول نہ رکھو - بلکہ بولو تک نہیں یہ فتوے - یہ طرز عمل امیر قوم کا ہے - نہ کہ ہمارا - یہاں قادیان میں آپ معہ رفقاء آئے - مسجد مبارک میں ظہر کی نماز تیار تھی - اور آپ سب نے یقیناً ابھی فریضہ نماز ادا کرنا تھا - لیکن مسجد میں نہ آئے - کہا بھی گیا کہ نماز پڑھ لو بازار میں امن جان سے پھر سکتے تھے - تو مسجد میں کسی نے مارنا تھوڑا ہی تھا - پھر میں نے مولوی محمد علی صاحب کی زبان سے اپنے کانوں سے سنا - کہ جو حصہ مشترک ہے - اس میں تبلیغ کا کام کرو - اب دیکھو مسیح موعود کی صداقت کے دونوں خاص اہم ہیں لیکن جب کسی غیر احمدی سے بحث چھڑی - تو آپ نے محسن بھاری صند میں اس کی جنبہ داری کی - اور ذرا غیرت سے کام نہیں لیا بر خلاف اس کے ہم ہمیشہ ایسے موقعہ پر آپ کی مدد کرتے ہیں[5] بلکہ میں تو بجز بعض اوقات نقصان دیکھ کر بھی خاموش رہتا ہوں کہ مخالف کو یہ کہنے کا موقع نہ دے کہ پہلے گھر میں تو فیصلہ کر لو - محض ہماری عداوت کی وجہ سے غیر احمدیوں کے ایسے ایسے مضامین چھاپے دیکھو نواب الدین کا مضمون - حسن نظامی کے نوٹ - جن میں صریح ہتک مسیح موعود ہے - اور حضور علیہ السلام کی صداقت پر حملہ -

پھر کچھ مدت سے اخبار میں چھپ رہا ہے - کہ ہم تھوڑے ہیں - اور عباد شکور تھوڑے ہی ہوتے ہیں - دیگر ڈنگ حلب - پر ان کے مہمان بہت کم آئے - مگر اپنے اصول کے خلاف ہم نے تار دیا کہ تمام ہندوستان کے سربرآوردہ جمع ہوئے - اور جب اعتراض کیا گیا - تو جواب میں ایک نیا فقرہ ایجاد کیا "کئی سینکڑوں تک آئے" کیا یہ بھی کوئی ایمانداری ہے - جب تھوڑے ہونا ہی ایمانداری کا نشان ہے - تو پھر تم زیادہ بننے کے لئے کیوں غلط بیانی کرتے ہو - اچھا ان سب باتوں کو جانے دو - ۲۳ - جنوری کے پبلک جلسے میں مولوی محمد علی صاحب ہم پر حضرت ہمارے امام پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتے اس لئے حق پر نہیں - اگر یہ بات ٹھیک طریق سے حق مان کر پیش کی گئی ہے - تو میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے پیغام میں آپ نے یہ فقرہ حضرت اقدس مسیح موعود کی کسی کتاب میں پائے جانے کا اعلان کیا کہ

جبکہ آنحضرت صلعم شکم آمنہ عفیفہ میں تھے تب فرشتے نے ظاہر ہو کر کہا کہ اے آمنہ تو بیٹا جنے گی - اس کا نام احمد رکھنا -

اور اس کی بنیاد پر آپ نے فتویٰ دیا کہ

میاں صاحب حضرت صاحب کی کتب سے قطعاً ناواقف ہیں -

میں نے آٹھ نو مرتبہ الفضل اور مختلف اخباروں میں یہ درخواست کی کہ یہ الفاظ حضرت اقدس مسیح موعود کے کونسی کتاب یا اشتہار میں لکھے ہیں - مگر کوئی جواب نہ ملا - سوائے بیہودہ عذروں اور طعنوں کے -

میں پوچھنا چاہتا ہوں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء سے کہ آپ نے یہ حوالہ کیوں چھاپا رکھا ہے - اگر غلطی سے ایسا ہو گیا تھا - تو آپ کیوں اپنی غلطی کا اعتراف نہیں فرماتے - اور یہ اعلان کرتے کہ حضرت میاں صاحب کو جو کتب مسیح موعود سے ناواقف قرار دیا تھا - اس میں ہم نے جھک مارا تھا - اصل میں ہم خود ہی ناواقف ہیں - بلکہ مفتری بھی ہیں - کہ جو بات حضور نے نہیں فرمائی بلکہ اس کے خلاف فرمایا ہے - دیکھو -

جب کہ آنحضرت صلعم عفیفہ آمنہ میں تھے تب فرشتے نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے - جو عظیم الشان نبی ہوگا - اس کا نام محمد رکھنا

(اشتہار واجب الاظہار نومبر ۱۹۰۶ء)

اسے آپ کی طرف دعوے کے ساتھ پیش کرتے ہیں -

پھر دوسرا مسئلہ ہے - النبوت فی الاسلام میں خاتم النبیین کا آپ نے اس آیت کے معنوں کی بنا اس بات پر رکھی ہے کہ صاحبزادہ ابراہیم فوت ہو چکے تھے - تب یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں -

ختم نبوت کے ذکر کا یہی ایک موقعہ تھا - آنحضرت صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم فوت ہو چکے تھے - زید کو لوگ

---

[5] اسی ہفتہ مولوی کرم الدین بھیں والے کو میں نے جواب دیا ہے -

آپ کا متبنیٰ کہا کرتے تھے۔ زید نے زینب کو
طلاق دیدی۔ آنحضرت صلعم نے حکم الٰہی کے ماتحت
زینب سے نکاح کیا۔ جو اتحاد ابوّت کا لوگوں
کے ذہن میں اس کے ساتھ وہ بھی نہ رہا۔ اللہ
تعالےٰ نے فرمایا۔ ہم نے کوئی محمد رسول اللہ کو اس
لئے نہیں بھیجا کہ جسمانی فرزند بھی اس کے ہوں
اور آپ کا کوئی سلسلہ نسب جسمانی بھی چلے بلکہ
ہم نے تو اس کو آخری نبی بنایا۔ تاکہ اس کی
روحانی اولاد کا سلسلہ کبھی دنیا میں منقطع نہ ہو"

میر پیغام سے جب کچھ جواب نہ بن آیا۔ تو کہدیا کہ ابراہیم
کی وفات پہلے ہوئی یا پیچھے کیا اس سے مسیح موعود نبی
ثابت ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں بیشک ضرور ثابت
ہو جائیں گے کیونکہ خاتم النبیین کے معنی (سلسلہ
نبوت کو ختم کرنے والا) کی بنیاد مولوی محمد علی صاحب
نے اس بات پر رکھی ہے کہ صاحبزادہ ابراہیم فوت
ہو چکے تھے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ آیت ۵ سنہ
ہجری میں نازل ہوئی۔ اور صاحبزادہ ابراہیم نے ۱۰ سنہ ھ میں
انتقال فرمایا یعنی ۵ برس بعد اور ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر
خاتم النبیین سے یہ مراد تھی کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو
پھر آپ ہرگز یہ نہ فرماتے لو عاش ابراہیم لکان نبیا
(اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا) کیونکہ باوجود زندہ رہنے
کے بھی ختم نبوت کا اقتضا رہتا کہ کوئی نبی نہ ہو (حسب
مسلمات تمہارے) پس یہ ایک صریح غلطی ہے۔ جو مولوی
محمد علی صاحب سے ایک تاریخی واقعہ کے بیان اور ایک
آیت کے معنوں میں ہوئی لیکن کیا وہ احمد نام والے
فقرہ اور اس غلطی کا اعتراف فرمائیں گے؟ ہرگز نہیں۔
پس جب تمہاری اپنی حالت یہ ہے۔ تو پھر تم کس منہ سے
اعلان کرتے ہو

دیکھو غلطیاں انسان سے ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان
غلطیوں کے اعتراف کے لئے بھی تیار
رہنا چاہئے۔ جو تقریر مولوی محمد علی صاحب نے پیغام ۲۳ جنوری
جو چھوٹی تم لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہو۔ ایک پڑھتی خود
بھی اس پر عمل کیا ہوتا۔ یا ایہا الذین آمنوا
نہ ہو۔ لم تقولون ما لا تفعلون غور سے پڑھو۔ دیکھو

تم حضرت میاں صاحب کی خلافت پر یہ حرف رکھتے ہو
کہ وہ انجمن پر حاکم بنتے ہیں۔ اچھا تم نے جو اشاعت اسلام انجمن
صحیح اصولوں پر بنائی ہے۔ اس کا کوئی ایک واقعہ پیش کرو
کہ مولوی محمد علی صاحب کی منشا کے خلاف تم نے
فیصلہ دیا ہو۔ لیکن اگر ایسی کوئی مثال نہیں تو پھر کیوں
آزاد رائے ہونے کی لاف مارتے ہو۔ میں جو کچھ کہتا ہوں تمہاری
ہمدردی سے نہیں کہتا بلکہ خیر خواہی کے لئے کہتا ہوں اپنے
آپ کو سنبھالو۔ اور دیکھو کہ تمہارے قدم ارتداد کی طرف جا رہے
ہیں۔ اور تم صریحاً ایسے ایسے کلمات بولتے یا لکھتے ہو۔ جو حضرت
مسیح موعود اور تمہاری اپنی تحریروں کے خلاف ہیں دونوں
باتوں کی مثالیں عرض کرتا ہوں۔ اس تقریر ختم نبوت میں
مولوی محمد علی صاحب نے اعلان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے
معنی نبیوں کی مہر غلط ہیں۔ اور اس پر ازراہ تمسخر کہا ہے کہ
آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں مہر دیدی گئی جس کو وہ
چاہیں ٹھپ سے مہر لگائی اور نبی بنا دیا۔ مولوی
صاحب سوچیں کہ وہ یہ استہزاء کس کے ساتھ کر رہے
ہیں میں مسیح موعود کے کلام اور تحریر سے یہ معنی دکھاتا ہوں اب
اگر یہ معنی کسی وضعی سے وضعی حدیث میں بھی نہیں ملتے۔ تو
جاؤ مسیح موعود کو کھلے کھلے الفاظ میں خارج از دائرہ اسلام
کہو۔ جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اسے زبان پر لاتے
ڈرتے کیوں ہو۔ گورنمنٹ انگریزی کا راج ہے۔ کوئی تمہیں
مارتا نہیں۔ اشاروں اشاروں میں تو سب کچھ کہہ گئے
ہو۔ چنانچہ یہ تو لکھ دیا کہ

"اس قرآن و حدیث کو کہاں رکھیں۔ کیا مرزا صاحب
کو یہ کہ قرآن و حدیث کو جواب دیدیں؟"

یہ تو نہیں کہا کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ معنی نہیں کئے
نبیوں کی مہر۔ ہاں یہ کہہ دیا کہ مرزا صاحب کی باتیں تو
قرآن و حدیث کو جواب دینا پڑتا ہے۔ یعنی حضرت اقدس
کا مذہب قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ جزاک اللہ
پہلے بھی حکیم محمد حسین مرحوم عیسیٰ نے لکھ دیا تھا کہ
"حضرت مرزا صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح ابن مریم
اسرائیلی بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اور چونکہ یہ
عقیدہ ان کا قرآن کریم کی بعض آیات صریحہ کے
خلاف تھا۔ اس لئے میں نے اس عقیدہ کو ان

کبھی زندگی میں کبھی قبول نہیں کیا"

آج مولوی محمد علی صاحب اعلان کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب
کی مانیں۔ تو قرآن و حدیث کو جواب دینا پڑتا ہے۔ ع

ابتدائے عشق ہے۔ روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ہاں۔ بہرحال میں خاتم النبیین کے یہ معنی حضرت مسیح موعود
کی تحریرات و کلام سے دکھاتا ہوں۔

"ماکان محمد ابا احد من رجالکم
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے جسمانی طور سے
آپ کی اولاد کی نفی کی ہے۔ اور ساتھ ہی روحانی
طور سے اثبات بھی کیا ہے کہ روحانی طور سے
آپ باپ بھی ہیں۔ اور روحانی نبوۃ اور فیض کا
سلسلہ آپ کے بعد جاری رہیگا۔ اور وہ آپ میں
سے ہوکر جاری ہوگا۔ نہ الگ طور سے۔ وہ
نبوت چل سکیگی جس پر آپ کی مہر ہوگی
(الحکم ۱۷-اپریل سنہ ۱۹۰۳ء)

دوسرا حوالہ

جیسا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
سے نکلتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے
اور آپ کے فیض سے نبوت جاری ہے۔ اور یہ سلسلہ
بند ابھی نہیں ہوا۔ (الحکم صفحہ ۵)

تیسرا حوالہ

اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ
آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ
ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس
کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔۔۔۔
اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک
وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے
جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔ (صفحہ ۲۷، ۲۸ حقیقۃ الوحی)
اس ایک وہی ہے کو نوٹ کرو۔ تاکہ یہ نہ کہہ سکو کہ امتی
نبی سے مراد محدث ہے۔ اور محدث تو دوسرے نبیوں کی امت
میں بھی ہوئے۔ کیونکہ اگر امتی نبی سے مراد محدث ہو۔ تو
پھر ایک وہی ہے کہنا غلط ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ آپ

اسی وہم کے ازالہ کے لئے حاشیہ پر یہ فرماتے ہیں۔

" لیکن اس اُمت میں آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمتی بھی ہے۔ اور نبی بھی" (صفحہ ۲۸ حقیقۃ الوحی) اگر اُمتی نبی بھی ولی ہی ہوتا ہے۔ تو پھر "ایک وہ بھی ہوا" کیوں فرمایا

چوتھا حوالہ

"آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

اس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ ساتھ ہی حضرت اقدس نے لکھ دیا ہے "یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل" اس کے لئے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱ مطالعہ ہو۔

" اور حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی اُمت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہونگے۔ اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا۔ اور ایک پہلو سے اُمتی وہی مسیح موعود کہلائیگا"

دیکھو یہاں حضرت اقدس نے انبیاء بنی اسرائیل کو اپنے آپ کو الگ کر لیا۔ اور اپنے آپ کو نبی ٹھہرایا

پانچواں حوالہ

خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی ہے۔ جب مہر لگ جاتی ہے۔ تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے۔ اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ (الحکم ۱۷-۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

چھٹا حوالہ

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی آنحضرت صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں، مگر وہ رسول اللہ اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے۔ ...... سو لکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے۔ اور اب کمال نبوت صرف اس شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا۔ ...... ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوۃ محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو" (ریویو مباحثہ صفحہ ۷)

کہاں ہیں مولوی محمد علی صاحب۔ یہ حوالہ ذرا آنکھیں کھول کر پڑھیں۔ آپ تو خاتم النبیین کے معنی کر رہے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ مگر حضور فرماتے ہیں کہ نبی آئیں گے۔ اور ضرور آئیں گے۔ مگر نبی آپ کی جماعت میں سے بنیگا۔ جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگی۔ یعنی مولوی محمد علی تو کہتے ہیں۔ کہ نبوت ختم۔ مگر حضور فرماتے ہیں کہ نبوت جاری۔ اس کے لئے آپ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰ ضمیمہ)

ساتواں حوالہ

"وہ قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور ظاہر ہوتا رہیگا۔"

کیا اس حوالہ کی موجودگی میں۔ آپ اس بات کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود کا یہ مذہب تھا کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔ کیا دنیا کو آپ نے نعوذ باللہ دھوکہ دینے کے لئے یہ لکھ دیا کہ جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہیگا۔ یہ الفاظ تو صاف ثابت کرتے ہیں۔ کہ آپ نبوۃ کے دروازہ کو قیامت تک بند نہیں مانتے تھے۔ ہاں صرف اس بات کے قائل تھے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آئیگی۔ اور کوئی نبی براہ راست نہیں آئیگا۔ یعنی جب ضرورت متقاضی ہوگی۔ تو اُمت محمدیہ میں سے وہی نبی ہوگا۔ جس کے اعمال پر اتباع نبوی کی تصدیقی مہر ہوگی۔ اور اسی پر محمول ہیں وہ کل احادیث جن میں فرمایا کہ میرے بعد نبی نہیں۔ یا مجھ پر نبی ختم ہو گئے ہیں۔ یا میں قصر نبوۃ کی آخری اینٹ ہوں۔ کیونکہ پہلے جو نبی آتا تھا۔ یا تو وہ صاحب شریعت ہوتا یا براہ راست۔ یعنی اُمتی ہونا شرط نہ تھا۔ نہ کسی کا نبی اتباع شرط تھا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ایسے نبیوں کا سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ جن کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ کہ اب نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے کوئی نبی نہیں آئیگا۔ آخری اینٹ تو حضرت اقدس نے اپنے آپ کو بھی فرمایا ہے۔

"اور اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنی منعم علیہم کی۔ پس خدا نے فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے۔ اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا کو کمال تک پہنچا دے۔ پس میں وہی اینٹ ہوں" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

باقی رہی ثلٰثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین والی حدیث سو اس کا جواب میں حضرت اقدس ہی کے الفاظ میں دیتا ہوں۔

"بعض نادان ملا یہ بھی اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خوشخبری دے رکھی ہے کہ تم میں تیس دجال آئیں گے اور ہر ایک ان میں سے نبوۃ کا دعویٰ کرے گا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اے نادانو! بدنصیبو! کیا تمہاری قسمت میں تیس دجال ہی لکھے ہوئے تھے۔ چودھویں صدی کا بھی خمس گذرنے پر ہے۔ اور خلافت کے چاند نے اپنے کمال کی تیرہ منزلیں پوری کر لیں جس کی طرف آیت والقمر قدرناہ منازل بھی اشارہ کرتی ہے اور دنیا ختم ہونے لگی۔ مگر تم لوگوں کے دجال ابھی ختم ہونے میں نہیں آتے۔ شاید تمہاری موت تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اے نادانو وہ دجال جو شیطان کہلاتا ہے۔ وہ خود تمہارے اندر ہے۔ اس لئے تم وقت کو نہیں پہچانتے۔ آسمانی نشانوں کو نہیں دیکھتے مگر تم پر کیا افسوس ہے جو میری طرح موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ اس کا نام بھی خبیث یہودیوں نے دجال ہی رکھا تھا۔ تشابہت قلوبہم" (ریویو مباحثہ)

حوالہ مندرجہ بالا پڑھ لینے کے بعد یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اگر حضرت اقدس کو دعویٰ نبوت نہیں تھا۔ اور آپ اپنے آپ کو نبی اللہ نہیں سمجھتے تھے۔ تو

جواب یہ تھا کہ میں نے کب نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو مجھ کو دجال و کذاب ٹھہراتے ہو۔ مگر آپ نے یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا کہ اس کا جواب یہی ہے کہ (اس بیچ نے دوسرے مدعیوں کی بھی نفی کر دی۔ پس اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جواب بھی تھا۔ مگر یہاں یہ جواب دے دیا) کہ اے نادانو اور بدقسمتو۔ کیا تمہاری قسمت میں یہی دجال ہی لکھے تھے دجالی تو تمہارے اندر ہے۔ اور تم مسیح محمدی کو اس کے نبوت کے دعوے پر دجال کہہ کر ان لوگوں کے مثیل بن رہے ہو۔ جنہوں نے مسیح موسوی کو اس کی نبوت کے دعوے پر از راہ خباثت دجال کہا تھا۔ مجھے امید تو نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب یا ان کے رفقاء حضرت اقدس کے اس جواب کو پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے شرمیں۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کا منہ بند کرنے اور سعید روحوں کے غور کے لئے یہ حوالہ کافی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کے دجال و کذاب کہنے کا بڑا شوق ہے۔ ورنہ کہنا نہیں چاہیے کہ مولوی محمد حسین یا مولوی ثناء اللہ سے کم نہیں۔ جو بار بار یہی حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور [illegible] جواب کیسا ہے۔ ورنہ وہ کبھی ایسا کہنے کی جرأت نہ کریں۔ اور نہ یہ کہیں کہ اگر خاتم النبیین کے یہی معنی صحیح ہیں کہ [illegible] امت محمدیہ میں سے [illegible] کیونکہ جب حیات مسیح پر امت محمدیہ کا اجماع صرف [illegible] مالک ممات کی روایت سے ٹوٹ سکتا ہے جس کے ساتھ ایک فقرہ اور بھی لگتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے جو جمہور اہل اسلام کے ہاں [illegible] مشہور ہے کہ آخری زمانہ میں آنے والا مسیح محمود نبی اللہ ہوگا یہی کہا جائے کہ تمام امت محمدیہ کا اجماع تھا اس بات پر کہ نبی کریم کے بعد کوئی نبی نہیں [illegible] اور بعض بزرگ کوئی بھی امت محمدیہ میں [illegible] نبی ہوگا [illegible] آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں [illegible] حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) "فان النبوة التي انقطعت بوجود رسول الله صلعم انما هي نبوة التشريع لا مقامها فلا شرع يكون ناسخًا لشرعه صلعم ولا يزيد في حكمه شرعًا آخر وهذا معنى قوله ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي اي لا نبي يكون على شرع يخالف شرعي بل اذا كان يكون تحت حكم شريعتي [illegible]"

یعنی نبوت اور رسالت کے انقطاع سے یہ مراد ہے کہ کوئی نئی شریعت نہیں آئیگی۔ اور جب کوئی نبی ہوگا تو آپ کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔

(۲) "هذا ناظر الى نزول عيسى وهذا ايضًا لا ينافي حديث لا نبي بعدي لانه اراد لا نبي ينسخ شرعه" (تکملہ مجمع البحار)

نزول عیسیٰ نبی اللہ حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں کیونکہ لا نبی بعدی کے معنی ہیں۔ ایسا نبی نہیں آئیگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

(۳) "فان مطلق النبوة لم يرتفع وانما ارتفع نبوة التشريع وقوله لا نبي بعدي ولا رسول المراد به لا مشرع بعدي" (امام شعرانی یواقیت جلد ۲ صفحہ ۲۳)

(مطلق نبوت تو نہیں اٹھائی گئی۔ بلکہ صرف شریعت والی نبوت مرتفع ہوئی ہے۔)

(۴) "اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا" (تحذیر الناس مولانا محمد قاسم نانوتوی صفحہ ۲۸)

(۵) "لو عاش ابراهيم وصار نبيًا وكذا لو صار عمر نبيًا لكانا من اتباعه فلا يناقض قوله تعالى اذ المعنى انه لا ياتي نبي بعده ينسخ ملته ولم يكن من امته" (موضوعات ص ۵۸ و ۵۹)

یعنی اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بنتے اور اگر عمر نبی بنتے تو آپ کے اتباع میں ہوتے۔ اور یہ خدا کے قول کے خلاف نہیں۔ کیونکہ ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

دیکھا آپ نے ہمارا وہی مذہب ہے جو اکابر اہل سنت کا اس بارہ میں تھا۔ اور اس کے آگے آپ پیغام [illegible] میں کہ تبارک [illegible] للعالمین نذیرا سے تمام عالمین کے لئے نذیر آنحضرت بن گئے تو مطلب ہو گیا کہ اور کسی نذیر کی ضرورت نہیں (پیغام ۲۳ جنوری [illegible])

اور حضرت اقدس کی وحی دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا [illegible] کی ناکام کوشش کریں۔ یا مولوی محمد احسن صاحب کو [illegible] ابناء فارس کی پیشگوئی کا مصداق [illegible] کے خلاف بعض محدثین اور امام بخاری [illegible] کو بتائیں۔ تو ہم سوائے افسوس۔ یا شیوہ ارتداد پر تبریک [illegible] کے اور کیا کر سکتے ہیں۔

مولوی محمد احسن صاحب کو میں نے ناحق الزام نہیں دیا وہ پیغام [illegible] ۱۹۱۷ء میں لکھتے ہیں

محمد احسن کا موجودہ مذہب	محمد احسن کا پہلا مذہب
اس حدیث (لو کان الایمان معلقا بالثریا) کی پیشگوئی خواہ بصیغہ مفرد ہو یا بصیغہ جمع منتظر الوقوع نہیں رہی۔ اس کے مصداق تو پہلے ظاہر ہو چکے مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ حضرت امام الدنیا فی الحدیث حافظ اور حجۃ المحدثین حضرت امام بخاری رجل من فارس۔ فارسی الاصل ہیں۔ اور اگر صیغہ جمع کا لیا جاتا تب بھی امام مسلم وغیرہ ہیں۔	بعض علماء اور شراح حدیث نے مصداق اس حدیث کا بعض محدثین کو لکھا ہے ..... لیکن ائمہ حدیث اور فقہ امام اعظم مصداق اس حدیث کے ہرگز نہیں ہو سکتے [illegible]

حضرت مسیح موعود کا مذہب بھی حقیقۃ الوحی میں پڑھ لو۔

"براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی نے مجھے ٹھہرایا ہے۔ اور بہ تصریح بیان فرمایا کہ وہ میرے حق میں ہے ..... اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں ہی اس نام کا مستحق ہوں" (حقیقۃ الوحی)

خدا کا مسیح تو فرماتا ہے کہ صرف میں اس پیشگوئی رجل من ابناء فارس کا مصداق ہوں۔ اور مولوی احسن صاحب اپنے مسلک العارفین کے بیان سے ارتداد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ امام بخاری۔ امام مسلم۔ حافظ اس کے مصداق ہیں۔

پیغام والو۔ آخر میں میں پھر کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو سنبھالو۔ کیونکہ جس گڑھے سے نکلے تھے اس میں پھر جا رہے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ تم جو کچھ کہتے ہو نہ صرف مسیح موعود کے خلاف ہوتا ہے بلکہ تمہارے اپنے سابقہ اقوال کے بھی برعکس ہوتا ہے۔

ینقلب علی عقبیہ کا مصداق بننے کی کیوں ٹھان لی ہے۔

الداعی الی الخیر

(اکمل)

وی پی آتے ہیں

انشاء اللہ ۱۰ یا ۱۲ فروری کو [illegible] دوستوں کے [illegible]

درس قرآن کریم کے نوٹ

از افاضات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

(مرتبہ غلام نبی بلانوی)

سورۃ ھود

ساتواں رکوع

(۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء)

حضرت لوط اور انکی قوم اس رکوع میں ایک اور قوم کی تباہی کا ذکر فرمایا ہے۔ جو حضرت ابراہیم کی قوم ہے مگر اس کا وہ حصہ جس میں حضرت لوط رہتے تھے۔ تباہ ہوا۔ حضرت لوط ان انبیاء میں سے ہیں جن کو خدا نے حضرت ابراہیم کی تائید اور تصدیق کے لئے کھڑا کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس بشارت لیکر آئے تو انہوں نے کہا سلامتی ہو تم پر۔ اس نے کہا تم پر بھی سلامتی ہو پس وہ اسی وقت لے آئے بچھڑا بھنا ہوا۔

حنیذ ایسے بھنے ہوئے کو کہتے ہیں۔ جس کو انگاروں پر رکھکر نہ بھنا ہو پہلے زمانہ میں گوشت بھوننے کے دو طریق تھے ایک تو یہ کہ جانور کو ذبح کرکے آگ پر ڈال دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ پہلے پتھر کو خوب گرم کرکے اور پھر اس پر گوشت ڈالکر بھون لیتے۔ ایسا صفائی اور احترام کے لئے کیا کرتے تھے اور اسی کو حنیذ کہتے ہیں ✣

اکرام ضیف اس آیت سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر اور کس طرح اکرام ضیف کرنا چاہیئے حضرت ابراہیم کا مہمانوں کو دیکھ کر سب سے پہلے اور فوراً ان کے کھانے کا انتظام کرنا اور سامنے لا رکھنا ان کے اعلیٰ درجہ کا مہمان نواز ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے جو انبیاء کی ایک خاص خصوصیت ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ خوبی بڑی اعلیٰ شان اور پورے طور پر پائی جاتی تھی۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ کو پہلی دفعہ وحی ہوئی اور آپ گھبرائے ہوئے حضرت خدیجہ کے پاس آئے کہ مجھے کیا ہوگیا ہے تو انہوں نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے جو کچھ کہا اس میں اور صفات کے علاوہ یہ بھی بیان کیا کہ آپ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ آپ کو خدا ضائع نہیں کریگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے

آجکل رواج ہے کہ اگر کوئی کسی کے ہاں مہمان آئے تو اس سے پوچھا جاتا ہے۔ کیا آپ یہیں کھانا کھائینگے یا یہ کہدیتے ہیں کہ کھانا لائیں۔ یہ نہیں کہ لاکر سامنے رکھدیں۔ اس طرح پوچھنے پر شرم کرنے والے لوگ انکار کردیتے ہیں۔ اسلئے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اگر مہمان کے لئے کوئی چیز تیار کرلی جائے اور وہ اسکے استعمال میں نہ آئے تو بھی کیا حرج ہے لیکن اس سے پوچھنا کہ کھانا یا فلاں چیز لاؤں مہمان نوازی کے خلاف ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی سنت بھی یہی معلوم ہوتی ہے پھر انہوں نے کوئی چھوٹی سی چیز تیار نہیں کی۔ بلکہ ایک بچھڑا لاکر رکھدیا اب تو ایک انڈا توڑنے سے بھی پہلے مہمان سے پوچھ لیا جاتا ہے کہ آپ کھائینگے یا نہ۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے ✣

فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ جب ان کے ہاتھ کھانا کھانے کی طرف نہ گئے یعنے انہوں نے کھانا کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے تو حضرت ابراہیم نے سمجھا شاید میں نے ان کو پہچانا نہیں۔

یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ نہ پہچاننے اور کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھانے کا کیا تعلق ہے؟ کہ حضرت ابراہیم ع کو یہ خیال پیدا ہوا۔ اسکے متعلق بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم ع تو ان کو اجنبی مسافر سمجھ کر گھر لے گئے تھے اور مہمان نوازی کے طور پر ان کے آگے کھانا رکھا تھا۔ لیکن جب انھوں نے نہ کھایا تو چونکہ یہ بات انہیں اپنے ملک کے

رواج کے خلاف نظر آئی کہ کسی مہمان کے سامنے کھانا رکھا جائے اور وہ اس سے کچھ بھی نہ کھائے۔ کیونکہ ان کے ملک میں جب کسی مہمان کے آگے کھانا رکھا جاتا تو خواہ اسکا پیٹ بھرا ہوتا تو بھی کچھ نہ کچھ کھا لیتا۔ ہندوستان میں تو بعض دفعہ انکار کر دیا جاتا ہے۔ لیکن عرب شام میں اب بھی قاعدہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور کھا لیتے ہیں خواہ بھوک نہ بھی ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ جب کوئی کھانے کے لئے بلائے تو انکار نہ کرنا چاہئے۔

توجب انہوں نے کھانا نہ کھایا اور انکار کر دیا تو حضرت ابراہیم نے سمجھا کہ یہ تو مہمان نہیں کوئی اور ہی بات ہے اس سے انکو خوف پیدا ہو گیا توف کے ساتھ جب اوجس آئے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ ایسا خوف محسوس ہو جس کو ظاہر نہ ہونے دیا جائے اور اسکا کوئی اثر ظاہر نہ ہونے پائے یہ انبیاء کی شان ہوتی ہے کہ دوسروں کی طرح خوف ان پر غالب نہیں آجاتا اور وہ اس سے گھبرا نہیں جاتے بلکہ خوف اور تکلیف کے وقت بھی وہ ایسا استقلال اور ثابت قدمی دکھلاتے ہیں کہ دوسروں کو ان کے خوف کھانے کا پتہ بھی نہیں لگتا۔

حضرت ابراہیمؑ کا خوف

وہ کیا خوف تھا جو حضرت ابراہیم کو پیدا ہوا۔ پرانی تاریخی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان کو جو لوگ نقصان پہنچانا چاہتے تھے اسکا کھانا نہ کھاتے تھے اور ڈاکو وغیرہ لوگ جس جگہ کا کھانا کھا لیتے تھے وہاں حملہ نہیں کرتے تھے۔ پھر جنگل میں ایک شخص دوسرے کو ملتا تو ایک دوسرے کے سامنے اپنا کھانا نکال کر رکھدیتے۔ جس سے دوست دشمن کا پتہ لگجاتا۔ اس قسم کی غداری اور نقصان رسانی کا طریق اب یہی نکلا ہے کہ دل میں دشمنی رکھکر اور ظاہر دوستی کا اظہار کر کے نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ گزشتہ زمانوں میں ایسا نہ ہوتا تھا تو حضرت ابراہیم کو ان کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کوئی دشمن ہیں۔ اور مجھے اور میری قوم کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے میرا کھانا نہیں کھاتے۔ اس بات کو انہوں نے بھی معلوم کر لیا اور حضرت ابراہیم کو کہا کہ آپ ہم سے ڈریں نہیں ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اس میں دونوں باتوں کا جواب آگیا ایک تو یہ کہ ہم کوئی لٹیرے اور ڈاکو نہیں۔ بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اسلئے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائینگے۔ دوسرے یہ کہ ہم تمہارے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے بلکہ لوط کی قوم کے لئے آئے ہیں۔ پس تم کوئی خوف نہ کرو۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔

حضرت ابراہیم کی بیوی کو بشارت دینا

ایسے خوف کے موقعہ پر عورتوں کو تو اور بھی زیادہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اسلئے جب حضرت ابراہیمؑ کو خوف پیدا ہوا تو ان کی بیوی کو تو ان سے بھی زیادہ خطرہ محسوس ہوا ہوگا۔ لیکن جب انہوں نے حضرت ابراہیم کے متعلق یہ خوشخبری سنی کہ تمہارے لئے کوئی خوف نہیں اور تم نہ ڈرو۔ تو وہ بے اختیار ہنس پڑیں دوسرے اسکے معنے یہ ہیں کہ ضحك کا لفظ جب مادہ کے لئے آئے تو اسکے معنے حیض آنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ معنے ہوئے کہ وہ بڑھیا تھیں مگر انہیں حیض آگیا۔ اور ان کو اسحاق بیٹے اور یعقوب پوتے کی بشارت دی گئی۔ اس موقعہ پر ان کو یہ بشارت اسلئے دی گئی کہ چونکہ حضرت لوط کی قوم جو کہ حضرت ابراہیم ع کی ہی قوم کا ایک حصہ تھا۔ تباہ ہونے لگا تھا۔ اس سے انہیں درد اور رنج محسوس ہوتا تھا۔ اسکے دور کرنے کے لئے انہیں کہا گیا کہ وہ تو تباہ ہونے کے ہی لائق ہیں۔ اس لئے تباہ ہونگے۔ مگر تمہارے گھر میں اسحق اور یعقوب پیدا کئے جائینگے۔ جن سے ایک اور قوم چلے گی ؞

(۱۱ دسمبر ۱۹۱۷ء)

جب حضرت ابراہیم کا خوف جاتا رہا۔ کہ یہ نقصان پہنچانے کے لئے نہیں آئے اور پھر جب حضرت ابراہیم کو یہ بھی تسلی ہو گئی۔ کہ اگر اللہ تعالے ایک رنگ میں اس جماعت کو تباہ کریگا جس سے میرا تعلق ہے۔ تو دوسرے رنگ میں میری نسل کو بڑھا کر دنیا میں پھیلا دیگا۔ اور دنیا کو اسکے ذریعہ فائدہ پہنچائے گا تو فطرت کے اس تقاضا کے مطابق کہ جب انسان کو خوشی ہو اور اسے کچھ حاصل ہو جائے تو وہ اور مانگنے کی بھی جرأت کرتا ہے حضرت ابراہیم نے جو کچھ کہا اسکے متعلق خدا تعالے فرماتا ہے۔ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ کہ جب ابراہیم کا خوف جاتا رہا اور اس نے ایک خوشخبری بھی سن لی۔ تو لوط کی قوم کے بچانے کے متعلق ہم سے جھگڑنے لگا۔

اسکے ساتھ ہی اللہ تعالے یہ بھی فرماتا ہے کہ ابراہیم بڑا دانا اور خدا کی طرف جھکنے والا تھا۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ؕ

حضرت ابراہیم کا مجادلہ

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو اس وقت کوئی اتنا ہی بڑا درد پیدا ہوا ہے کہ جس کو خدا تعالے نے تمام دنیا کے لئے قائم رکھا ہے اور اسکا ذکر قرآن کریم میں کر کے یہ بتایا ہے کہ ایک مومن کو دوسروں کی تکلیف اور مصیبت میں ہر طرح کی ہمدردی کرنی چاہئے اور ایسا درد پیدا ہونا چاہئے ؞

حضرت ابراہیم کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ اس کو ایسا درد پیدا ہوا کہ اس نے دعا نہ کی بلکہ ہم سے جھگڑنا اور مجادلہ کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ

مجادلہ ناراضگی کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اور اس سے حضرت ابراہیم کی شان پر دھبہ لگتا تھا کہ وہ خدا پر ناراضگی کا اظہار کرتے اور جھگڑتے تھے اسلئے ازالہ کے لئے فرمادیا کہ وہ بڑا دانا تھا۔ اسکا مجادلہ ایسا نہیں تھا۔ جیسا کہ نادان کیا کرتے ہیں۔ اور پھر وہ بڑا دردمند اور دوسروں کی تکلیف محسوس کرنے والا تھا۔ اس لئے اسنے مجادلہ کیا۔ اور چونکہ وہ خدا ہی کی طرف جھکنے والا تھا۔ اسلئے اس نے خدا ہی کے آگے اپیل کی۔

بائبل میں بھی اس مجادلہ کا ذکر آیا ہے ایسے خوبصورت رنگ میں تو کیا بیان ہوگا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ لیکن پھر بھی بہت لطیف ہے اور چونکہ اس سے اس واقعہ کی تفصیل پر روشنی پڑتی ہے اسلئے بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم نے اس موقعہ پر خدا کے حضور عرض کیا کہ کیا تو نیک کو بد کیساتھ ہلاک کریگا۔ شاید پچاس صادق اس شہر میں ہوں کیا تو اسے ہلاک کریگا اور ان پچاس صادقوں کی خاطر جو اسکے درمیان ہیں۔ اس مقام کو نہ چھوڑیگا۔ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے اور نیک بد کے برابر ہو جاویں یہ تجھ سے بعید ہے کیا تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کریگا اور خدا نے کہا کہ اگر میں سدوم (بائبل میں اس بستی کا نام ہے جس میں حضرت لوط اور انکی قوم رہتی تھی) میں شہر کے درمیان پچاس صادق پاؤں تو میں ان کے واسطے تمام مکان کو چھوڑ دونگا۔ تب ابرہام (ابراہیم) نے جواب دیا اور کہا کہ اب دیکھ میں نے خداوند سے بولنے میں جرأت کی اگرچہ میں خاک اور راکھ ہوں شاید پچاس صادقوں سے پانچ کم ہوں کیا ان پانچ کے واسطے تو تمام شہر کو نیست کریگا اور اس نے کہا۔ اگر میں وہاں پینتالیس پاؤں تو نیست نہ کرونگا پھر اس نے اس سے کہا کہ شاید وہاں چالیس پائے جائیں تب اسنے کہا کہ میں ان چالیس کے واسطے بھی نہ کرونگا۔ پھر اس نے کہا میں منت کرتا ہوں۔ کہ اگر خداوند خفا نہ ہوں تو میں پھر کہوں شاید وہاں تیس پائے جائیں وہ بولا کہ اگر میں تیس پاؤں تو میں یہ نہ کرونگا۔ پھر اسنے کہا دیکھ میں نے خداوند سے بات کرنے میں جرأت کی شاید وہاں بیس پائے جائیں وہ بولا میں بیس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کرونگا تب اسنے کہا میں منت کرتا ہوں کہ خداوند خفا نہ ہوں تب میں فقط اب کی بار پھر کہوں شاید وہاں دس پائے جائیں وہ بولا میں اسکے واسطے بھی اسے نیست نہ کرونگا۔ جب خداوند ابرہام سے باتیں کرچکا تو چلا گیا۔ اور ابرہام اپنے مقام کو پھرا۔" پیدائش باب ۱۸۔

حضرت ابراہیم کی دلداری

اس مجادلہ کے بعد فرمایا یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ ھٰذَا ۚ اِنَّہٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّکَ ۚ وَ اِنَّھُمۡ اٰتِیۡھِمۡ عَذَابٌ غَیۡرُ مَرۡدُوۡدٍ ۝ اے ابراہیم ان کو چھوڑ دے۔ تیرے رب کا حکم ان کے متعلق آگیا ہے اور ان کے متعلق جس عذاب کے آنے کا حکم ہو چکا ہے وہ ایسا ہے کہ ان سے ہٹایا نہیں جاسکتا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو خدا تعالےٰ نے کسقدر تسلی دلانے اور ان کی دل شکنی نہ ہونے دینے کا خیال رکھا ہے کیونکہ صرف یہی نہیں فرمایا۔ کہ ان کے بچائے جانیکا خیال چھوڑ دے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ ان کے متعلق تو تیرے رب کا حکم آچکا ہے کیونکہ جب کسی بات کے متعلق کسی کے آقا اور مالک کا حکم آجائے تو وہ اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے نہ کہ اسے ٹلانے کی۔ اسی لئے خدا نے فرمایا۔ کہ تیرے رب کی طرف سے حکم آچکا ہے۔

وَ لَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِہِمۡ وَ ضَاقَ بِہِمۡ ذَرۡعًا وَّ قَالَ ھٰذَا یَوۡمٌ عَصِیۡبٌ ۝

حضرت لوط کی گھبراہٹ کی وجہ

گندے اور ناپاک لوگوں نے اس آیت کے یہ معنے کئے کہ ان مہمانوں کو دیکھکر حضرت لوط کا دل بہت تنگ ہوگیا۔ انہوں نے سمجھا کہ ان کے آنے کی وجہ سے قوم سے جھگڑا کرنا پڑیگا۔ یہ خواہ مخواہ کے مہمان کیوں آگئے ہیں کہ مجھ کو مشکلات کا سامنا ہوگا۔ لیکن یہ بات بالکل لغو اور ایک نبی کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ وہ ایسا خیال کرے اور مہمانوں کو دیکھکر اسکے دل میں تنگی پیدا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت لوط باہر مہمانوں کی خاطر کھڑے رہتے تھے۔ تاکہ اگر کوئی مہمان آئے تو اسکو رکاوٹ نہ ہو کیونکہ ان کے گاؤں کے لوگ دشمنی کی وجہ سے آس پاس کے لوگوں کو اپنے گاؤں میں نہیں آنے دیتے تھے اور اگر کوئی مہمان کے طور پر آتا تو اسے بہت تنگ کرتے۔ مگر حضرت لوط نبی تھے وہ کہاں گوارا کرتے تھے کہ کوئی مہمان آئے اور وہ اس کی مہمان نوازی نہ کریں اسلئے خود باہر کھڑے رہتے۔

یہ واقعہ بائبل پیدائش باب ۱۹ میں لکھا ہے جسے درست باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اسکے تغیر میں نہ یہود کا کوئی فائدہ تھا نہ عیسائیوں کا اور وہ یہ ہے :۔

"اور وہ دو فرشتے شام کو سدوم میں آئے اور لوط سدوم کے پھاٹک پر بیٹھا تھا اور لوط انہیں دیکھ کر ان کے استقبال کے لئے اٹھا اور اپنا سر زمین تک جھکایا اور کہا اے میرے خداوندا اب توجہ کرکے اپنے بندے کے گھر چلئے اور رات بھر رہیئے اور اپنے پاؤں دھوئیے اور فجر کو اٹھکر اپنی راہ لیجئے اور انہوں نے کہا نہیں ہم رات بھر راہ میں رہینگے پر جب اس نے ان سے بہت منت کی تب وے اسکی طرف پھرے اور اسکے گھر گئے اور اس نے ان کی مہمانی کی اور فطیری روٹی ان کے لئے پکائی اور انہوں نے کھائی۔"

اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت لوط مہمانوں کو اپنے ہاں لے جانا چاہتے تھے مگر وہ نہیں جاتے تھے۔ پس جب بہت زور لگانے کے بعد بھی وہ جانے پر تیار نہ ہوئے تو اسوقت کے متعلق حضرت لوط کو : اول تو اس رواج کے مطابق کہ دشمن مہمان نہ بنتے تھے۔ ڈر پیدا ہوا اور دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی

اور ساتھ ہی مہمان نوازی نہ کر سکنے کے خیال سے یہ کہا کہ آج کا دن بھی عجیب تکلیف دہ دن ہے کہ یہ لوگ میری بات مانتے ہی نہیں پس یہ ہے اس آیت کا مطلب نہ کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ مہمانوں کو دیکھکر حضرت لوط کو تکلیف ہوئی۔ کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی یہ انبیاء کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

(۱۲ دسمبر ۱۹۱۷ء)

حضرت لوط کی قوم کی ناراضگی

جب حضرت لوط کی قوم نے سنا کہ انہوں نے اپنے گھر مہمان اتارے ہیں تو بہت برا منایا۔ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ط وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ط قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۞ اور دوڑتے ہوئے آئے غصہ میں بھرے ہوئے یہرعون کا اس جگہ استعمال کرنا بھی بتاتا ہے کہ وہ کیوں آئے تھے۔ یہی کہ غصے سے بھرے ہوئے تھے اسکے نکالنے کے لئے آئے تھے۔ وہ پہلے بھی حضرت لوط پر بہت ظلم و ستم کیا کرتے اور بہت دکھ دیتے تھے اور انکے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ ومن قبل کانوا یعملون السیئات اس سے یہ بتلانا مقصود نہیں ہے کہ وہ پہلے بھی بدیاں کرتے تھے۔ کیونکہ اسکے بیان کرنیکی ضرورت نہ تھی اسی وجہ سے تو انپر عذاب آیا تھا۔ بلکہ یہ اسی بات کے متعلق دکھ دینے کی طرف اشارہ ہے جس کا یہاں ذکر ہے یعنی حضرت لوط کو وہ اس سے پہلے بھی اپنے ہاں مہمان اتارنے کی وجہ سے دکھ دیا کرتے تھے وہ کیوں دکھ دیتے تھے اسکا ذکر سورہ حجر کے پانچویں رکوع میں ہے۔ قالوا اولم ننھک عن العلمین۔ انہوں نے کہا کیا ہمنے تمہیں بیرونی لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنے سے منع نہیں کیا ہوا کہ آج پھر مہمان لا اتارے ہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ وہ پہلے بھی حضرت لوط کو مہمانوں کے رکھنے سے روکتے رہتے تھے اور اسوقت بھی وہ اسی لئے آئے تھے کہ کیوں مہمانوں کو گھر میں اتار لیا ہے لیکن نادان لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے چونکہ بڑے خوبصورت لڑکے بنکر آئے تھے اسلئے وہ لوگ ان کے ساتھ وہی برائی کرنے کے لئے آئے تھے جو وہ کیا کرتے تھے لیکن یہ خیال بالکل غلط اور نادرست ہے کیونکہ اگر اسکو درست مانا جائے تو چاہئے تھا کہ وہ لوگ حضرت لوط پر خوش ہوتے اور انہیں کہتے کہ ایسے مہمان ضرور لایا کرو نہ یہ کہتے کہ ہمنے تو تمہیں مہمانوں کے لانے سے منع کیا ہوا ہے انکا یہ کہنا بتاتا ہے کہ وہ مہمانوں کا آنا ناپسند کرتے تھے اور اسوقت اسی ناراضگی کی وجہ سے آئے تھے اور پھر ان کا غصہ سے بھرے ہوئے آنا بھی اسی بات کی طرف تائید کرتا ہے اور وجاء اھل المدینۃ یستبشرون کی آیت اسکے متعلق ہے کہ انہوں نے سمجھا لوط اب خوب قابو آگیا ہے کہ مہمان اس کے گھر میں موجود ہیں اور ہم آپہنچے ہیں۔ یہی وجہ ان کی خوشی کی تھی۔

حضرت لوط نے اپنی قوم کے لوگوں کو کیا کہا

جب وہ غصہ سے بھرے ہوئے آئے اور ان مہمانوں کی ہتک کرنے لگے تو حضرت لوط نے انہیں کہا۔ کہ ان کی بے عزتی میری ہی بے عزتی ہے۔ اسلئے انہیں کچھ نہ کہو۔ تمہیں ڈر تو یہی ہے کہ یہ یہاں کوئی فساد اور فتنہ نہ کریں۔ اسکے لئے یہ میری لڑکیاں ہیں۔ ان کو یرغمال کے طور پر لے لو کہ تمہارے لئے میرے مہمانوں کو کچھ کہنے کی بجائے یہ اچھا ہے۔

امن کی ضمانت کے لئے پہلے اس قسم کے معاہدے ہوا کرتے تھے اور ہر ملک کی پرانی تاریخوں سے اس قسم کا پتہ لگتا ہے یہ ہے حضرت لوط کے یہ کہنے کا مطلب۔ ھٰؤلاء بناتی ھن اطھر لکم کا۔

لیکن بعض نادانوں نے اس کے کئی معنے کئے ہیں بعض تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت لوط نے ان لوگوں کو کہا ہے کہ میری بیٹیوں سے بدکاری کر لو۔ اور ان مہمانوں کو نہ چھیڑو۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں ایک نبی کی یہ شان نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ انہوں نے کہا۔ کہ تم ان سے شادی کر لو۔ اس کے لئے وہ اپنے پاس سے یہ قاعدہ بناتے ہیں کہ اس وقت کافر اور مومن کی شادی جائز تھی۔ اس پر ان کو یہ مشکل پیش آئی ہے کہ وہ تو آگے یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا حق نہیں ہے مگر اس کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا کہ یہ مومنہ اور ہم کافر ہیں۔ اس لئے ان سے نکاح نہیں ہو سکتا لیکن یہ بات تو ان کی طرف بڑی مومنانہ پیش کی گئی ہے اصل بات یہ ہے کہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ اصل میں حضرت لوط نے یرغمال کے لئے کہا ہے۔

قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ط یہ آیت بھی حل کر دیتی ہے۔ پہلے جہاں یرغمال کی رسم چلی آتی ہے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ عورتیں نہیں رکھی جاتیں۔ بلکہ مرد رکھے جاتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے کہا کہ ان کو یرغمال میں لینے کا ہم کو حق نہیں۔ تو جانتا ہے۔ ہماری کیا مراد ہے ۔

ساتواں رکوع ختم ہوا